اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادیں
(سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خصوصی مطالعہ)

حافظ جاوید احمد ☆

حافظ عرفان اللہ ☆☆

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے اسلام کی صورت میں بہترین ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ کسی بھی قوم اور معاشرے کے استحکام کا انحصار اس کے سیاسی نظام پر ہوتا ہے اور کسی بھی سیاسی نظام کے مضبوط اور موثر ہونے کا دارومدار حکمرانوں کے تقویٰ اور عدالت پر ہوتا ہے۔ ایک فلاحی ریاست اپنی رعایا کی فلاح وبہبود اور حقوق کا پورا پورا خیال رکھتی ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے ایک ایسی فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا جو اپنے تمام شہریوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کو اولین ترجیح دیتی ہے اور اس کے لئے ٹھوس اقدامات کرتی ہے۔ یہ اپنے شہریوں میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتی۔ ایک فلاحی ریاست میں تمام رعایا کو خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور انصاف وغیرہ کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد قرآن وسنت ہے۔ اسلام ایسی فلاحی ریاست قائم کرتا ہے جس کے بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، شورائیت، اقامت عدل، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مساوات اور عہد کی حفاظت پر مبنی ہوتے ہیں۔ دنیا کو عوامی فلاح کا تصور اسلام نے دیا ہے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین فلاحی ریاست کے قیام کے لئے مکی دور کے تیرہ برسوں میں دیانتدار افراد کی جماعت تیار فرمائی۔ اس جماعت صحابہ کرام نے ہجرت مدینہ کے بعد نبوی تعلیم وتربیت انصار مدینہ میں منتقل کر دی۔ اس طرح اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی خطوط، اصول اور تعلیمات عملی طور پر دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئے۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی طرز حکومت نے داخلی اور خارجی سطح پر بکھرے ہوئے اہل یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست "مدینہ" میں تبدیل فرما دیا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس

☆ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، سپیریر کالج، چکری روڈ، راولپنڈی

☆☆ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

مثالی ریاست مدینہ کی جھلک ہمہ وقت ہمارے پیش نظر رہے، تاکہ ہم عصر حاضر کے جدید مسائل کو سیرت طیبہ کی روشنی میں حل کر سکیں۔ زیر نظر مضمون میں اسلامی فلاحی ریاست کا مفہوم، تصور، ضرورت واہمیت اوراس کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

ریاست کا مفہوم

ریاست کا لغوی معنی: ریاست عربی زبان کا مصدر ہے، جو رأس سے بنا ہے جس کا معنی ہے سردار، جیسے اہل عرب کہتے ہیں: "فلان رأس القوم ورئیس القوم" یعنی فلاں آدمی قوم کا سردار ہے۔[1]

پس ریاست کا معنی ایک ایسی معاشرتی تنظیم ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد کی حاکمانہ سربراہی یا حاکمیت (Sovereignty) قائم ہو۔ انگریزی زبان میں ریاست کا مترادف اسٹیٹ State جو لاطینی زبان کے لفظ اسٹیٹس رائی پبلکئے Status Rei Publicae سے ماخوذ ہے، جس کا معنی "عوامی معاملات کا قیام ہے"۔ اس لاطینی اصطلاح سے انگریزی زبان میں اسٹیٹ کی اصطلاح مستعمل ہو گئی۔ لاطینی اصطلاح کا دوسرا حصہ سکڑ کر ری پبلک Republic یعنی جمہوریہ بن گیا۔[2]

ریاست کی اصطلاح کو مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عام آدمی ریاست کو حکومت کے معنوں میں سمجھتا ہے۔

امام غزالی متوفی 505ھ نے یہ تعریف کی ہے:

"استصلاح الخلق وإرشادهم إلى الطريق المستقيم المنجي في الدنيا والآخرة"[3]

ریاست مخلوق کی اصلاح اور سیدھے راستے کی طرف ان کی راہنمائی کرنا ہے جس میں دنیا اور آخرت کی نجات ہے۔

علامہ ابن خلدون متوفی 808ھ ریاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فالسياسة والملك هي كفالة للخلق، وخلافة الله في العباد لتنفيذ أحكامه فيهم،"[4]

سیاست اور حکومت مخلوق کی کفالت وضمانت کا نام ہے اور یہ بندوں پر اللہ کے احکام نافذ کرنے کی نیابت ہے۔

ایک امریکی اسکالر اور سابق صدر ولسن wilson نے ریاست کی تعریف اس طرح کی ہے:

ریاست ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی خاص خطہ زمین میں قانون کے تحت منظم کئے گئے ہوں۔[5]

ایک قانون دان ہالینڈ Holland لکھتا ہے: ریاست انسانوں کا ایسا بڑا اجتماع ہے جس کے قبضے میں ایک مخصوص علاقہ ہو، جو اس طرح منظم ہو کہ اس میں اکثریت کی رائے کو دوسرے لوگوں پر فوقیت حاصل ہو۔[6]

مذکورہ بالا تعریفات سے واضح ہوا کہ ریاست لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کا باعث ہوتی ہے اور یہ بندوں پر اللہ تعالی کے احکام نافذ کرتی ہے۔ اس سے مراد لوگوں کا ایک ایسا منظم گروہ ہے جو کسی خاص علاقے میں قانون کے مطابق نظام حکومت چلا رہا ہو۔ ریاست افراد پر مشتمل ایک ایسا ادارہ ہے جس کی تشکیل کے لئے ایک مستقل خطہ زمین ضروری ہے۔ اس کے نظام کو چلانے کے لئے حکومت کا وجود لازمی ہے۔ مختصر یہ کہ چار عناصر آبادی، خطہ زمین، حکومت اور حاکمیت مل کر ایک ریاست قائم کرتے ہیں۔

اسلام میں فلاحی ریاست کا تصور اور اس کی اہمیت

دین اسلام میں فلاحی ریاست کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس کی بنیاد اخلاقیات یعنی قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد اللہ تعالی کی حاکمیت قائم کرنا، اسلامی اقدار کو فروغ دینا اور برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔ اسلامی ریاست کی تنظیم و تشکیل معاہدہ کی بنیاد پر ہوتی ہے اور اس کے حکمران مقتدر اعلی اللہ تعالی اور عوام دونوں کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔[7]

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ اسلامی ریاست کے بارے میں فرماتے ہیں: اسلامی نظام میں ریاست اور دین مذہب ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے پورے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ماوردی نے یہ بات لکھی ہے کہ جب دین کمزور پڑتا ہے، تو حکومت بھی کمزور پڑ جاتی ہے اور جب دین کی پشت پناہ حکومت ختم ہوتی ہے، تو دین بھی کمزور پڑ جاتا ہے، اس کے نشانات مٹنے لگتے ہیں۔[8]

قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اسلامی ریاست کا جو تصور ہمارے سامنے آتا ہے، اس کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں: اسلامی ریاست وہ افضل و اعلی ادارہ ہے جہاں شریعت کے قوانین نافذ ہوں اور لوگوں کے دینی اور دنیوی معاملات انہیں قوانین کے مطابق سرانجام دیئے جائیں۔ سب سے پہلی اسلامی فلاحی ریاست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد ریاست مدینہ کی صورت میں قائم فرمائی۔

ریاست کا ادارہ انسانی معاشرے کے لئے بہت اہم ہے، کیونکہ کسی سوسائٹی کی بقا کے لئے اس کی اجتماعی اقدار کا تحفظ، امن و سلامتی، فلاح و بہبود اور اس کا نظم و ضبط بہت ضروری ہے۔ یہ ضرورت ہمیشہ ریاستی ادارے نے پوری کی ہے۔ گویا ریاست ایک ایسی بنیادی ضرورت ہے جسے ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکا۔ اسی طرح انسانی معاشرے کی تشکیل و تہذیب میں دین و مذہب کا کردار ہمیشہ سے اہم رہا ہے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہنمائی کرتا ہے، وہاں بطور خاص انسانی معاشرے کی اجتماعی تنظیم کے متعلق واضح اصول و قواعد فراہم کرتا ہے۔ اسلامی ریاست اپنی رعایا اور عوام کی فلاح و بہبود، خوشحالی اور تمام حقوق مہیا کرنے کی ضامن ہوتی ہے۔[9]

اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصول

کسی بھی ادارے کو کامیابی سے چلانے کے لیے کچھ اصول وضع کیے جاتے ہیں جن کی روشنی میں اس ادارے کا مستقبل طے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ریاست کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے کچھ بنیادی اصول درکار ہیں۔ اسلامی ریاست چونکہ وحی کا فیض لے کر معرض وجود میں آئی اور اس کے اصول بھی وحی کی روشنی میں طے پائے۔ لہذا ایک کامیاب اسلامی فلاحی ریاست کے لیے ان بنیادی اصولوں سے آگہی نہایت اہم و ضروری ہے ذیل میں ان میں سے چند ایک پر بات کرتے ہیں:

1) حاکمیت الٰہیہ

اسلامی فلاحی ریاست میں اقتدار اعلی اور حاکمیت اعلی کا مالک صرف اللہ تعالی ہے۔ ہر معاملے، ہر قانون، ہر فیصلے اور ہر پالیسی میں سب سے معتبر اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ اہل ایمان کی حکومت اصل میں خلافت ہے، جسے مطلق العنانی کا حق حاصل نہیں۔ بلکہ اسے لازما اس قانون خداوندی کے مطابق ہی کام کرنا پڑتا ہے جس کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ یہی وہ بنیادی اصول ہے جو اسلامی ریاست کو دیگر ریاستوں سے ممتاز و منفرد کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جس طرح شرک ہے، اسی طرح اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے روگردانی کرنا اور اس کے حکم اور قانون کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو اپنی ہدایت کا ذریعہ سمجھنا بھی شرک ہے۔ کیونکہ اصل حکم اور اختیار اللہ تعالی کا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

"أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ"[10] خبردار اسی کے لئے تخلیق اور حکم ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا"[11]

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہیں، پھر اگر تم جھگڑنے لگو کسی چیز میں تو اسے لوٹا دو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور بہت اچھا ہے اس کا انجام۔

عظیم مفکر اور مفسر، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالی اور اس کے رسول مکرم کی اطاعت کے علاوہ مسلمان امراء اور حکام کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس دار فانی میں زیادہ دیر اقامت گزیں نہیں ہونا تھا اور حضور علیہ السلام کے بعد امور مملکت کی ذمہ داری خلفاء اور امراء نے سنبھالنی تھی۔ اس لئے ان کی اطاعت کرنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ لیکن اطاعت رسول اور اطاعت امیر میں ایک بین فرق ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے جملہ امور میں، خصوصا احکام شرعی کی تبلیغ میں اس سے خطا نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اس کی اطاعت کا جہاں حکم دیا غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ مثلا "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"[12] جو کچھ تمہیں رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ.

رسول کا ہر حکم واجب التسلیم اور اٹل ہے، اس میں کسی کو مجال قیل و قال نہیں۔ خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں۔ اس سے غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس کی مشروط اطاعت کا حکم دیا کہ اس کے حکم کو خدا ورسول کے فرمان کی روشنی میں پرکھو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو، ورنہ وہ قابل عمل نہیں۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ"[13]

مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس سے اللہ تعالی کی نافرمانی ہوتی ہو۔

اس لئے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم فرمانے کے بعد اللہ تعالی فرماتے ہیں: اگر تمہارے درمیان تنازع رونما ہو جائے تو اسے لوٹادو اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ یعنی اس حکم کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو، ورنہ تم پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔[14]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعدد فرامین کے ساتھ اسلامی ریاست کے اس پہلے اصول کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، أَحِلُّوا حَلَالَهُ، وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ"[15]

تم پر اللہ کی کتاب لازم ہے، اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال سمجھو اور حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «ضَمِنَ اللهُ لِمَنِ اتَّبَعَ الْقُرْآنَ أَنْ لَا يَضِلَّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ»[16]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ تعالی اس آدمی کا ضامن ہے جس نے قرآن کی اتباع کی کہ وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا۔

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ».[17]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر انہیں تھام کر رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

اللہ تعالی کی حاکمیت کا یہ اصول اور انسان کی خلافت ونیابت کا تصور اسلام کے دستوری اور انتظامی قانون کی بنیاد ہے۔ اسلامی ریاست کا بنیادی اصول ہے کہ کائنات کا خالق ومالک اور مختار حقیقی اللہ تعالی کی ذات ہے۔ اس لئے حکم، نظام وقانون ہر قسم کے فیصلے کا آخری، حتمی اور حقیقی اختیار بھی صرف اللہ تعالی کو ہے۔ اس نظریے کو عصر حاضر کی اصطلاح میں Sovereignty یعنی اقتدار اعلی کہتے ہیں۔

اس اقتدار اعلی کے اسلامی تصور کو سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ نے حاکمیت الہیہ (Divine Sovereignty) کی اصطلاح میں بیان کیا ہے۔ یعنی اسے اللہ تعالی کی حاکمیت مطلقہ، حاکمیت الہیہ یا اللہ تعالی کا اقتدار اعلی کہتے ہیں۔[18]

ایک مسلم مفکر اور مفسر قرآن سید قطب مصری رحمہ اللہ اسلامی سیاسی نظام کے متعلق فرماتے ہیں:

"اسلام کا اجتماعی، سیاسی اور حکومتی نظم کسی بھی قدیم وجدید نظام سے مختلف ہے۔ کیونکہ اسلامی نظام کے بنیادی اصول دوسرے نظاموں سے یکسر مختلف ہیں۔ اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالی کے لئے ہے اور وہی انسانیت کے لئے شریعت و قانون وضع کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک یہی وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کے پورے اجتماعی نظام اور ریاست وسیاست کے نظام کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرے سیاسی نظام اس اصول پر مبنی ہیں کہ حاکمیت انسان کی ہے اور وہ اپنے لئے قانون اور شریعت وضع کرنے کا مجاز ہے۔ یہ دونوں اصول ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔ اس لئے اسلامی نظام دوسرے نظاموں سے مختلف اور ممتاز ہے"۔[19]

امام غزالی رحمہ اللہ نے سیاست وسلطنت کے متعلق جو کتاب لکھی ہے، اس میں وہ سب سے پہلے یہ بیان کرتے ہیں کہ: عالمگیر حکمرانی اللہ تعالی کا عطیہ اور انعام ہے۔ اس کے اقتدار اور قانون کو تسلیم کرنا اسلامی حکومت کا بنیادی قانون ہے۔[20]

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب السیاسۃ الشرعیہ کی ابتدا میں اللہ تعالی کی حقیقی حاکمیت اور اقتدار اعلی کا اعتراف کرتے ہیں۔ پھر حکومت کے سیاسی اداروں پر بحث کرتے ہیں۔[21]

سحاکمیت کا حق صرف اللہ تعالی کو ہی حاصل ہے اور اس بنا پر حاصل ہے کہ وہی خالق حقیقی ہے۔ "أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ"[22] خبردار اسی کے لئے تخلیق اور حکم ہے

مذکورہ بحث سے واضح ہوا کہ حاکمیت الہیہ کا اصول اسلامی فلاحی ریاست کا سنگ بنیاد ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست میں مقتدر اعلی اللہ تعالی ہے اور حکمران اللہ تعالی کے نائب ہیں۔ وہ اللہ تعالی کے احکام نافذ کرنے کے پابند ہیں، وہ خلاف شریعت کوئی حکم صادر نہیں کر سکتے اور نہ ان کا ایسا حکم واجب الاطاعت ہے۔ یہ ایک مکمل اور جامع نظریہ ہے جو اسلامی فلاحی ریاست کو دوسری تمام ریاستوں سے منفرد اور ممتاز کرتا ہے۔

2) شورائیت

یہ اسلامی فلاحی ریاست کا دوسرا بنیادی اصول اور ستون ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی ایک فرد یا چند افراد کو مملکت اپنی صوابدید پر چلانے کا اختیار نہیں ہے۔ بلکہ یہاں بنیادی فیصلے تمام اصحاب علم اور اہل حل وعقد کے مشورے سے کئے جاتے ہیں۔

اسلام میں شورائیت سے مراد پارلیمانی طرز حکومت نہیں ہے، بلکہ اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے شوری کا مطلب ایسا ملی اور اجتماعی عمل ہے، جس میں ہر وہ شخص حصہ لینے کا پابند ہے جو اپنے علم و فضل، اخلاق و کردار اور حکمت و بصیرت کی وجہ سے اس عمل میں حصہ لینے کا اہل ہے۔اس طرح جب تمام اہل علم و دانش مل کر کسی مسئلے کے حل کے بارے میں غور و فکر کریں گے تو انشاءاللہ بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

یہ ہے وہ عمل جسے قرآن حکیم میں شوری کا نام دیا گیا ہے۔آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسی نیشنل ورکشاپ ہوتی ہے، جس میں ہر شخص اپنے اپنے تجربے اور علم کے مطابق حصہ لیتا اور رائے دیتا ہے اور تمام آراء سامنے آنے کے بعد ان کے بطن سے جو اجتماعی حکمت اور ملی بصیرت جنم لیتی ہے، اس کا نام شوری ہے۔[23]

اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

" وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ"[24] اور ان کے سارے کام باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کوئی مشکل یا پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو سب اکٹھے ہو کر اس کے ہر پہلو پر گفتگو کرتے اور آخر کار ایک نتیجے پر پہنچتے"۔[25]

اس آیت میں اسلامی سیاست کا ایک اہم ترین اصول بتایا گیا ہے۔۔۔اور وہ شورائی نظام ہے۔یعنی ہر کام جس کا تعلق عوام سے ہو اس کے بارے میں ان لوگوں سے ضرور صلاح مشورہ کیا جائے۔اس سے نہ صرف یہ کہ رعایا کی دل جوئی ہوتی ہے بلکہ انہیں اپنی اہمیت کا احساس بھی ہوتا ہے اور استبدادی طریقہ کار سے جو مجبوری اور محرومی کی گھٹن قلب و روح کو ڈس رہی ہوتی ہے اس سے نجات حاصل ہوتی ہے۔نیز قومی سطح پر کسی اہم معاملہ کے متعلق فرد واحد کا فیصلہ نافذ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ہو سکتا ہے وہ اپنے محدود علم، ناقص تجربہ یا اپنی ذاتی منفعت کے باعث کوئی غلط فیصلہ کر دے جس کا نقصان ساری قوم کو برداشت کرنا پڑے اور پھر بھی اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے۔اس لئے مشورہ کا حکم دیا کہ ہر ایک اپنی اپنی قابلیت، تجربہ اور معاملہ فہمی کی صلاحیتوں کے مطابق مشورہ دے اور اس کی برکت سے منزل مقصود تک رسائی آسان ہو جائے۔[26]

اس بنیادی اصول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

"حدثني أبو سلمة : ان النبي صلى الله عليه و سلم سئل عن الأمر يحدث ليس في كتاب ولا سنة فقال ينظر فيه العابدون من المؤمنين"[27]

حضرت ابو سلمہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کا ذکر نہ قرآن میں ہو اور نہ سنت میں، تو اس صورت میں کیا کیا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس معاملے میں مسلمانوں کے نیک لوگ غور کر کے فیصلہ کریں۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ: اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا ذکر نہ قرآن میں ہو اور نہ آپ کی سنت میں، تو ہم کیا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے نیک لوگوں سے مشورہ کرو اور اپنی خاص رائے سے اس کا فیصلہ نہ کرو۔[28]

اس بحث سے واضح ہوا کہ اسلام میں مشورہ کو بڑی اہمیت ہے۔ جب بھی اسلامی حکومت کو کوئی اہم معاملہ پیش آئے تو اس پہ لازم ہے کہ وہ اہل حل وعقد اور نیک لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ کرلے، کیونکہ جب زیادہ ذہن جمع ہوتے ہیں تو مسئلے کا مناسب حل سامنے آتا ہے، جو ملک وقوم کے لئے زیادہ سودمند ہوتا ہے۔ حاکم وقت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ نیک اور تجربہ کار لوگوں کے مشورے کے بغیر خود اس کا فیصلہ کردے۔

3) قیام عدل

اسلامی فلاحی ریاست کی تیسری بنیاد اقامت عدل ہے۔ عدل صرف اسلامی فلاحی ریاست کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کے مبعوث ہونے اور تمام آسمانی کتابوں کے نزول کا بنیادی مقصد عدل کا قیام تھا۔ عدل حق کے بغیر نہیں ہوتا۔ حق ہوگا تو عدل ہوگا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حق ہو اور عدل نہ ہو۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ"[29]

اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمائیے۔ بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ حق اور عدل لازم وملزوم ہیں۔[30]

قرآن وسنت کا قانون سب کے لئے برابر ہے۔اس کا اطلاق ایک فقیر سے لے کر سربراہ حکومت تک سب پر یکساں ہوتا ہے۔ کسی کے لئے بھی اس میں کوئی امتیاز نہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

"وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ"[31] اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ حسنہ سے عدل وانصاف کا سبق دیا ہے۔ایک مرتبہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُقِيمُونَ الحَدَّ عَلَى الوَضِيعِ وَيَتْرُكُونَ الشَّرِيفَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[32]

تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوگے کہ وہ غریب پر حد قائم کرتے اور امیر کو چھوڑ دیتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيدُ مِنْ نَفْسِهِ،"[33]

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے ہوئے دیکھا۔

4) لوگوں کے درمیان مساوات

مساوات اسلامی فلاحی ریاست کا چوتھا بنیادی ستون ہے۔ قانون کی نگاہ میں تمام لوگ برابر ہیں۔ عدل وانصاف کا لازمی تقاضا اور مظہر مساوات ہے۔انسانوں کے مختلف گروہوں کے لئے اسلام میں مختلف قوانین کا کوئی تصور نہیں۔اسلامی ریاست میں یہ تصور قطعی ناممکن ہے کہ بعض مراعات کسی ایک طبقے کو محض اس طبقے کا فرد ہونے کی وجہ سے حاصل ہوں، جس میں اس فرد کی کسی ذاتی صلاحیت یا خدمات کا کوئی دخل نہ ہو اور وہی مراعات کسی دوسرے طبقے کو حاصل نہ ہوں۔ مثلا حکمران عدالتوں میں حاضری سے مستثنی ہوں اور

عوام عدالتوں کے پابند ہوں۔ یہ تفریق اسلامی ریاست میں ممکن نہیں۔ غرض یہ کہ حاکم و محکوم، امیر وغریب، سب کے لئے یہاں ایک ہی قانون ہے۔[34]

اسلامی فلاحی ریاست میں تمام مسلمانوں کے حقوق رنگ ونسل اور زبان ووطن کی تفریق کے بغیر برابر ہیں۔ کسی فرد، گروہ، طبقے یا نسل کو ریاست اسلامی میں نہ امتیازی حقوق حاصل ہیں اور نہ کسی کی حیثیت دوسرے کے مقابلے میں کم تر ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ"[35] بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"[36]

اے لوگو بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنا دیا ہے، تاکہ تم ایک دوسرے کو پیچان سکو۔ بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے۔

قرآن پاک کی طرح اس کے شارح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے امتیوں کو اخوت ومساوات کا درس دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ لَا فَضْلَ لِأَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ إِلَّا بِالتَّقْوَى»[37]

مسلمان آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقوی کے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى"[38]

اے لوگو سنو، بے شک تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سنو، کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر، کوئی فضیلت نہیں سوائے تقوی کے۔

ایک دوسرے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْمُؤْمِنُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ،»[39]

مومنوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں، وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں، اور ان کا ایک ادنی آدمی بھی ان کی طرف سے ذمہ لے سکتا ہے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ مساوات اور برابری اسلامی فلاحی ریاست کا طرہ امتیاز ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو مساوات کا درس دیا ہے۔ قانون کی نگاہ میں امیر و غریب، بادشاہ و گدا اور اپنا و بیگانہ سب برابر ہیں۔ اسلام ذات، پات، رنگ و نسل اور وطن و علاقہ کی تفریق کا قائل نہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ بندہ نواز

5) عہد کی حفاظت اور امانتداری

اسلامی فلاحی ریاست کی پانچویں بنیاد عہد کی حفاظت اور امانتداری ہے۔ ریاست نے اندرون ملک یا بیرون ملک اگر کسی سے کوئی معاہدہ کیا تو اس کی پاسداری ریاست کی وہ ذمہ داری ہے جس کی ضمانت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہے۔ یہ ذمہ داری غیر مسلموں کے بارے میں دوچند ہو جاتی ہے۔[40]

اسلامی حکومت میں عہدے اور ذمہ داریاں خدا ترس اور امانتدار لوگوں کے سپرد کئے جاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا"[41]

بے شک اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالی تمہیں بڑی اچھی بات کی نصیحت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالی سب کچھ سننے والا ہر چیز دیکھنے والا ہے۔

اسلام کے عظیم مفکر اور مفسر علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"هَذِهِ الْآيَةُ مِنْ أُمَّهَاتِ الْأَحْكَامِ تَضَمَّنَتْ جَمِيعَ الدِّينِ وَالشَّرْعِ."[42]

یہ آیت قرآن پاک کے اہم ترین احکام سے ہے۔ یہ دین اور شریعت کی تمام تفصیلات کو شامل ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ادائے امانت سے یہاں مراد صرف یہی نہیں کہ آپ کسی شخص کے پاس کوئی چیز رکھیں اور وہ آپ کو جوں کی توں واپس کردے۔ بلکہ اس کا مفہوم وسیع تر ہے۔ عبادات بھی امانت ہیں۔ ان کو صحیح وقت پر اخلاص نیت سے شرائط و قیود کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا اس امر کی تعمیل ہے۔ اگر آپ کو اقتدار و حکومت حاصل ہے تو غریب وامیر، قوی وضعیف میں مساوات قائم کرنا، عدل کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھنا، حکومت کے عہدوں پر تقرر کے لئے کنبہ پروری اور دوست نوازی کی بجائے صرف اہلیت و قابلیت کو معیار قرار دینا بھی اس حکم کی تعمیل میں داخل ہے۔[43]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایفائے عہد اور امانتداری کا حکم دیا ہے اور بدعہدی اور خیانت سے روکا ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ "[44]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

«مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ المسْلِمِينَ، فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ، إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الجَنَّةَ»[45]

جو کوئی مسلمانوں کی رعایا کا حاکم بنا، اور اسے اس حال میں موت آئے کہ وہ ان سے دھوکہ کرنے والا ہو تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَوْ هَلَكَ حَمْلٌ مِنْ وَلَدِ الضَّأْنِ ضَيَاعًا بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ خَشِيتُ أَنْ يَسْأَلَنِي اللَّهُ عَنْهُ»[46]

اگر نہر فرات کے کنارے ایک بھیڑ کا بچہ ہلاک ہو گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں پوچھے گا۔

اس مختصر بحث سے واضح ہوا کہ ایفائے عہد اور ادائے امانت اسلامی فلاحی ریاست کے لئے بہت ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں ان کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے۔ شریعت نے وعدہ خلافی کرنے والوں اور امانت میں خیانت کرنے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا منافق کی نشانیاں ہیں۔

6) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نفاذ

اسلامی فلاحی ریاست کا چھٹا اصول اور بنیاد نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ عوام کو سیاسی، اقتصادی، معاشی اور مذہبی حقوق فراہم کئے جائیں، امن وامان قائم کیا جائے اور ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی جائے۔ بلکہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد بھلائی کا فروغ اور برائی کا سد باب ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ"[47]

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو نماز صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے لئے سارے کاموں کا انجام ہے۔

ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

وہ کون لوگ ہیں جن کے تحفظ کا قدرت خود ذمہ لے رہی ہے اور جن کو اپنی نصرت کے مژدہ سے خورسند کیا جارہا ہے؟ یہاں انہیں کا تعارف کرایا جارہا ہے۔ کہ ان کی حکومت اور ان کا اقتدار منفرد نوعیت کا ہے۔ جب یہ مسند حکومت پر بیٹھتے ہیں تو اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔ جب ملک کے خزانوں کی کنجیاں ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں تو وہ ان خزانوں کو اپنے ذاتی آرام وآسائش اور عیش وعشرت میں صرف نہیں کرتے۔ ان کے اقتدار کے جھنڈے تلے بدکاری اور فسق وفجور پروان نہیں چڑھتا بلکہ زمام اقتدار ہاتھ میں لینے کے باوجود ان کا سر نیاز اپنے پروردگار کے حضور میں انتہائی عجز وتذلل سے جھکا رہتا ہے۔ ان کی دولت غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے۔ جہاں ان کے مبارک قدم پہنچتے ہیں وہاں نیکی اور تقوی کے چمنستان لہلہانے لگتے ہیں۔ غور فرمایئے اسلامی حکومت کی برکات کا کتنا واضح اور حسین بیان ہے۔ اسلامی رہنماؤں کے فرائض کی کیسی جامع فہرست ہے اور ان کے لئے کتنا جامع دستور العمل ہے۔ ایسے جامع، واضح اور یمن وبرکت سے لبریز دستور العمل کی موجودگی میں اگر ہمارے سربراہوں کو کسی نئے دستور کی تلاش ہو تو یہ ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ قرآن نازل کرنے والے نے بتانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔[48]

مذکورہ آیت کے مطابق اسلامی ریاست نہ تو سیکولر ہوتی ہے اور نہ محدود مذہبی تصور یا پاپائیت (Theocracy) پر مبنی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالی پر محکم ایمان رکھتی ہے۔اسلامی نظام عبادات، معاملات اور اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اس کا سب سے بڑا مقصد معاشرے میں نیکی کا فروغ اور برائی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست اپنی رعایا کو ایسا ماحول مہیا کرتی ہے جس میں ہر شخص کے لئے حلال ذرائع سے روزی کمانا آسان اور حرام ذرائع کو اختیار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ برائی کو اپنی قوت سے ختم کرنا عوام کا کام نہیں بلکہ یہ ریاست کا فرض منصبی ہے کہ وہ قانون کی طاقت سے برائی کا خاتمہ کرے اور اگر ریاست اپنا فرض ادا کرنا چھوڑ دے تو پھر عوام الناس کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کے لئے اجتماعی کوشش کرے۔

اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو خیر الامم کا لقب اس لئے عطا کیا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[49]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہے۔

پوری امت مسلمہ اگر اپنا یہ فرض منصبی ادا نہ کرے تو ایسے بندگان خدا تو ہونے چاہئیں جو اس ذمہ اداری کو ادا کرتے رہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[50]

اور ضرور ہونی چاہیے تم میں ایک ایسی جماعت جو بھلائی کی طرف بلایا کرے اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین کے ذریعے بھی اپنی امت کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی ترغیب دلائی ہے: چند احادیث طیبہ ذکر کی جاتی ہیں:

" مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ "[51]

جو تم میں سے برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

«النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ» [52]

لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ انہیں عذاب میں مبتلا فرمادے۔

"میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے، جو ان کے پاس آئے اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے، وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور وہ میرے حوض پر نہ آئے، اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرے اور ان کی ظلم پر مدد نہ کرے وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے حوض پر آئے گا"۔ [53]

مدینہ منورہ کی اسلامی فلاحی ریاست نے وجود میں آنے کے بعد نہ صرف نظام صلوۃ وزکوۃ نافذ کیا تھا بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام بھی کیا تھا۔ عرب معاشرے میں بدکاری، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، اور قتل وغارت جیسی برائیاں عام تھیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق و کردار اور قانون کے ذریعے انہیں یکسر ختم کردیا۔ اب وہاں امن وامان، نیکی کا فروغ اور احکام شریعت پر عمل ہونے لگا۔ اس طرح ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست مدینہ معرض وجود میں آئی۔

مختصر یہ کہ اسلامی فلاحی ریاست میں حکومت کا بنیادی مقصد احکام خداوندی کی تنفیذ، اہم معاملات کے فیصلے باہمی مشورے سے کرنا، اپنی رعایا میں عدل وانصاف کو قائم کرنا، تمام عوام کے ساتھ مساویانہ سلوک کرنا، عہد کی پاسداری، امانتوں کی حفاظت کرنا، اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری سے ادا کرنا اور معاشرے میں نیکیوں کو فروغ دینا اور تمام قسم کی برائیوں کا خاتمہ کرنا ہے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بحث سے چند نتائج ہمارے سامنے آئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1. اسلامی فلاحی ریاست دیگر ریاستوں سے اپنی اصل اور اغراض ومقاصد کے لحاظ سے مختلف ہے۔
2. اسلامی فلاحی ریاست میں مقتدر اعلی صرف اللہ تعالی ہے، اس میں بادشاہت نہیں بلکہ خلافت کا نظام ہے۔ یعنی خلیفہ اللہ تعالی کے احکام کو اس کے بندوں پر نافذ کرتا ہے۔

3. اسلامی ریاست عدل وانصاف پر یقین رکھتی ہے۔اس میں کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کی جاتی۔
4. اسلامی فلاحی ریاست میں اہم معاملات کے فیصلے باہمی مشورے سے کئے جاتے ہیں۔اس میں حاکم اپنی رائے دوسروں پر زبردستی نہیں ٹھونستا۔
5. اسلامی فلاحی ریاست مساوات کے سنہری اصول پر مبنی ہوتی ہے۔اس میں تمام رعایا قانون کے سامنے برابر سمجھی جاتی ہے۔اس میں کسی حاکم یا بڑے آدمی کو قانون سے استثناء حاصل نہیں ہوتی۔
6. اسلامی فلاحی ریاست میں وعدے اور امانت کی پاسداری کی جاتی ہے۔اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کیا جاتا ہے۔اس میں تمام اعلی عہدے قابلیت اور اہلیت کو پیش نظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں۔
7. اسلامی فلاحی ریاست میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فروغ دیا جاتا ہے۔
8. اسلامی فلاحی ریاست میں شریعت کے تمام اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔اس میں عوام کی فلاح و بہبود اور حقوق کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔اس میں ظلم و ستم، خیانت کرنے والوں اور دوسروں کی حق تلفی کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

مصادر و مراجع

1 ابن منظور، محمد بن مكرم الأفريقي المصري، لسان العرب، بيروت، دار صادر – الطبعة الأولى، (91/6)

2 محمد اعظم چوہدری،ڈاکٹر،سیاسیات، نظریات اور اصول، کراچی، غضنفر اکیڈمی، مطبوعہ:2003م،ص89

3الغزالي،محمد بن محمد أبو حامد، إحياء علوم الدين،بيروت، دار المعرفة، (13/1)

4 ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد (المتوفى: 808هـ)، ديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوي الشأن الأكبر، بيروت، الناشر: دار الفكر، الطبعة: الثانية، 1408 هـ - 1988 م، (1/ 179)

5۔محمد اعظم چوہدری،ڈاکٹر،سیاسیات، نظریات اور اصول،ص90

6محمد ثانی، پروفیسر ڈاکٹر حافظ، مقالات سیرت: اسلامی ریاست میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے طریقے، اسلام آباد، وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، مطبوعہ: 2017م-1439ھ۔، ص20

7محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، سیاسیات، نظریات اور اصول، ص104

8غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، لاہور، الفیصل، ستمبر 2009م، ص287

9فرید الدین طارق، مضمون نگار، اسلامی ریاست کی بنیادی خصوصیات عصر حاضر کے تناظر میں، ششماہی الاضواء، لاہور، شیخ زائد اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، جلد: 31، شمارہ: 46، ص221-246

10الاعراف7: 54

11النساء4: 59

12الحشر59: 7

13 أحمد بن حنبل، أبو عبد الله (المتوفى: 241هـ)، المسند، باب حَدِيثُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحديث: 1095 ، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 2001م، (333/2)

14الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مطبوعہ: 1399، ج اول، ص356-357

15أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث 6606، (179/11)

16ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد (المتوفى: 235هـ)، المصنف في الأحاديث والآثار، **رقم الحديث**: 34781 ، الناشر: مكتبة الرشد – الطبعة: الأولى، 1409هـ، (136/7)

17مالك بن أنس (المتوفى: 179هـ)، الموطأ، باب النَّهْيُ عَنِ الْقَوْلِ بِالْقَدَرِ، رقم الحديث: 3338/ 678، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان– الطبعة: الأولى، 2004 م، (1323/5)

18مودودی، سید ابو الاعلی، خلافت وملوکیت، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، مطبوعہ: 1992م، ص9

19سید قطب، العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام، القاہرۃ، دار الشروق، الطبعۃ الشرعیۃ الثالثۃ عشر: 1413ھ- 1993م، ص76

20الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، مطبوعہ: 1988م، ص2-8

21 ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم الحنبلي الدمشقي (م728هـ)، السياسة الشرعية، السعودية، الناشر: وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، الطبعة: الأولى، 1418هـ ص 3

22 الاعراف7: 54

23غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، تلخیص اسلامی ریاست دور جدید میں، ماہنامہ تعمیر افکار، اگست 2015، ج16، شمارہ86، ص29-48

24الشوریٰ42: 38

25ابن جرير أبو جعفر محمد الطبري (224 - 310)، جامع البيان في تفسير القرآن للطبري،الناشر : دار هجر. الطبعة الأولى، (523/20)

26الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ج4ص384-385

27 الدارمي، عبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد، سنن الدارمي،باب التورع عن الجواب فيما ليس فيه كتاب ولاسنة، رقم الحديث:117، بيروت، الناشر : دار الكتاب العربي – الطبعة الأولى: 1407هـ، (61/1)

28الطبراني، سليمان بن أحمد (المتوفى: 360هـ) المعجم الكبير،رقم الحديث: 12042، القاهرة دار النشر: مكتبة ابن تيمية، الطبعة: الثانية، (371/11)

29المائدۃ5: 42

30غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، تلخیص اسلامی ریاست دور جدید میں، ص29-48

31الشوریٰ42: 15

32 البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح ،بَابُ إِقَامَةِ الحُدُودِ عَلَى الشَّرِيفِ وَالوَضِيعِ، رقم الحديث: 6787، الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422هـ، (160/8)

33 ابن شبة، عمر بن عبيدة أبو زيد (المتوفى: 262هـ)، **تاريخ المدينة**،باب سِيرَةُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي عُمَّالِهِ، عام النشر: 1399 هـ، (806/3)

34غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، تلخیص اسلامی ریاست دور جدید میں، ص29-48

35الحجرات49: 10

36الحجرات49: 13

37 الطبراني، سليمان بن أحمد (المتوفى: 360هـ) المعجم الكبير، رقم الحديث: 3547، (25/4)

38أحمد بن حنبل(م241هـ)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، باب حَدِيثُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحديث: 23489، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 2001م، (474/38)

39النسائي،أحمد بن شعيب،(م303هـ)، السنن الكبرى، باب إِعْطَاء الْعَبْدِ الْأَمَانَ، رقم الحديث: 8629،بيروت، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421 هـ - 2001 م، (56/8)

40غازی، محمود احمد،ڈاکٹر، تلخیص اسلامی ریاست دور جدید میں، ص29-48

41النساء4: 58

42 القرطبي، محمد بن أحمد (المتوفى: 671هـ)، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي،الناشر: دار الكتب المصرية – الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م، سورة النساء، آيت 58، ص 87

43الازہری، محمد کرم شاہ، پیر،ضیاء القرآن، سورۃ النساء، آیت نمبر:58،ج اول، ص355

44مسلم بن الحجاج القشيري (المتوفى: 261هـ)، المسند الصحيح، بَابُ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ، رقم الحديث: 107، بيروت، الناشر: دار إحياء التراث العربي، (78/1)

45حوالہ مذکور، بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ، رقم الحديث: 7151، (64/9)

46 ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد (المتوفى: 235هـ)، المصنف في الأحاديث والآثار، رقم الحديث: 34486،(99/7)

47الحج22: 41

48الازہری، محمد کرم شاہ، پیر،ضیاء القرآن، سورۃ الحج، آیت نمبر41، ص221،220

49آل عمران3: 110

50آل عمران3: 104

51أحمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث 11514، (79/18)

52الحميدي، أبو بكر عبد الله بن الزبير (المتوفى: 219هـ)، مسند الحميدي، الناشر: دار السقا، الطبعة: الأولى، 1996 م، باب أَحَادِيثُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحديث 3، (149/1)

53أحمد بن حنبل،مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث 18126، (50/30)